اردو تفاسیر میں بنی اسرائیل کی گمراہی کے اسباب: آثار صحابہ کی روشنی میں تحقیقی مطالعہ

The Causes for the Deviance of Banī Isrā'īl in Urdu Tafāseer: A Research Study in the Light of Aasār e Sahābah

Dr. Hafiz Obaid Ur Rahman [1]

Dr. Hafiz Muhammad Shabbir Ahmad [2]

Dr. Abdul Ghafoor [3]

ABSTRACT:

Banī *Isrā'īl* were among the nations who had a divine status. They were so blessed that they claimed themselves as the much blessed and selected ones by Allah. They had all kind of blessings and luxuries of their time. It is a ground reality and historical fact that the more they were blessed, the much they were thankless. They disobeyed their Prophets and denied to be perfectly obedient to their Creator. They insisted to maintain all the practices and doings which were strictly prohibited. They were given many chances and full guidance was provided to them through messengers. They rejected all the explanations and sympathetic advices. As a result for their behaviors, they were punished and had different sufferings. All the details about their actions, behaviors and misdeeds are described in various Surāhs of the Holy Qur'ān. Further details were described and interpreted latter on. Aasār e Sahābah are very basic, authentic and valuable source for the interpretation of Quranic verses regarding Banī Isrā'īl. We have focused the Urdu Tafāseer for the interpretation of the Quranic verses which are related to the wrongdoings and betrayals of Banī Isrā'īl. This study aims at the description of importance of Aasār e Sahābah for the interpretation of Qur'ānic verses which are related to the betrayals and destruction of Banī Isrā'īl.

Keywords: *Urdu Tafāseer, Banī Isrā'īl, Deviance, Aasār e Sahābah*

بنی اسرائیل امم سابقہ میں اہم مقام اور قابل ذکر حوادث کی حامل قوم تھی۔ اللہ تعالی نے انہیں ہر طرح کی نعم واکرام سے نوازا لیکن اپنی بداعمالیوں اور نافرمانی کی عادت کے سبب یہ قوم اللہ کے غضب اور آزمائشوں کا شکار رہی۔ اللہ کے راستے سے ہٹ جانے کی وجہ سے یہ لوگ عقاب کے مستحق ٹھہرے اور اپنا مقام کھو دیا۔ قرآن کریم میں سورۃ البقرہ اور دیگر سورتوں میں بنی اسرائیل کی ان بداعمالیوں کا تذکرہ اور انہیں ملنے والی دنیوی واخروی سزاؤں کا تذکرہ موجود ہے۔ قرآن کریم میں نازل ہونے والی ان آیات کی

---

[1]. Assistant Professor, Govt. Graduate College, Baghdad Road, Bahawalpur

[2]. Assistant Professor, Department of Islamic Studies, The University of Lahore

[3]. PhD Islamic Studies, University of Sargodha

توضیح کا ایک اہم ذریعہ آثار صحابہ بھی ہیں۔اس تحقیق میں ہم نے اردو تفاسیر میں موجود آثار صحابہ کی روشنی میں بنی اسرائیل کی گمراہی کے اسباب بیان کرنے کی سعی کی ہے۔ جس سے مذکورہ موضوع کی بابت آثار صحابہ کی تفسیری اہمیت بھی واضح ہوتی ہے۔

بنی اسرائیل کو دی جانے والی نعمتیں

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے سورہ بقرہ میں بنی اسرائیل کی گمراہیوں کا ذکر کیا ہے۔اردو تفاسیر میں آثار صحابہ کے ذریعے سے ان کی وضاحت کی گئی ہے۔اللہ تعالیٰ نے ان پر انعامات کئے،ان کو یاد کرایا اور پھر ان کی معاصی کو ذکر کرنے کے باوجود بھی انہیں معاف کر دینے کا ذکر کیا،اور مطالبہ کیا ہے اللہ کے آخری رسول محمد ﷺ اور ان کی کتاب کو تسلیم کر لو۔لیکن انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے حسد کرتے ہوئے اس کو تسلیم نہ کیا۔اللہ تعالیٰ نے ان پر کی جانے والی نعمتوں اور ان کے رویہ کا ذکر کیا ہے۔جب وہ مصر سے نکلے تو اللہ تعالیٰ نے ان پر بادلوں کا سایہ کیا۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"وَظَلَّلْنَا عَلَيْكُمُ الْغَمَامَ۔"[4]

سید احمد حسن دہلوی لکھتے ہیں:

"حضرت ابن عباسؓ کی نسائی کی روایت سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ ابر کا سایہ قید کے جنگل میں تھا۔"[5]

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں:

"یہ ابر نہایت ٹھنڈا اور پاکیزہ تھا ویسا ابر نہ تھا جو لوگوں میں معروف ہے بلکہ وہ اس قسم کا ابر تھا کہ جس میں بدر کے دن فرشتے نازل ہوئے اور جس میں قیامت کے دن ملائکہ اور حق جل شانہ نزول اجلال فرمائیں گے۔"[6]

بنی اسرائیل پر ہونے والی نعمتوں میں سے ایک نعمت من و سلویٰ تھی جس کے بارے میں حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں:

"میٹھی گوند" من ہے۔اور سلویٰ سے مراد بٹیر یا بٹیر سے ملتا جلتا پرندہ ہے۔"[7]

---

[4]۔البقرہ:۲:۵۷

Al-Baqarah, 2:57

[5]۔دہلوی، سید احمد حسن، احسن التفاسیر، لاہور، المکتبہ السلفیہ، ۲۰۱۶ء، ۹۲/۱۔

Dehlawi, Syed Ahmad Hassan, *Ahsan Al-Tafāseer*, Lahore, Al-Maktabah Al-Salfiah, 2016, 92/1

[6]۔عثمانی، مفتی شفیع، معارف القرآن، کراچی، مکتبہ معارف القرآن، ۱۹۹۸ء، ۸۵/۱۔

Uthmānī, Mufti Shafī, *Ma'ārif Al-Quran*, Karachi, Ma'ārif Al-Quran, 1998, 85/1

[7]۔بھٹوی، عبد السلام، تفسیر القرآن الکریم، لاہور، دار الاندلس، ۲۰۱۹ء، ۷۷۴/۱۔

Bhutwī, Abd us Salam, *Tafsīr Al Qur'ān Al Karīm*, Lahore, Dar ul Andulus, 2019, 774/1

بنی اسرائیل کی سزاؤں کا تذکرہ

بنی اسرائیل پر ہونے والے انعامات کے بعد انہیں چاہیے تھا کہ وہ اللہ کی اطاعت میں مزید منہمک ہو جاتے۔ بجائے ایسا کرنے کے انہوں نے اللہ کی نافرمانی میں تجاوز کیا۔ نتیجہ کے طور پر وہ مختلف سزاؤں کا شکار ہوئے۔ جن میں سے ایک سزا ان کا بندر بن جانا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کا تذکرہ البقرہ میں کیا ہے۔ اس بابت سیدنا ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جن کو اللہ نے بندر بنایا تھا وہ تین دن سے زائد زندہ نہیں رہے اور نہ ان کی نسل چلی اور یہ بندر جو فی الحال موجود ہیں ان کی نسل سے نہیں بلکہ اصل بندر ہیں۔[8]

جن یہودیوں کو بندر بنایا گیا ان کے متعلق حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ "یہ قوم حضرت داؤدؑ کے زمانہ میں "ایلہ" میں آباد تھی۔ یہ شہر مدینہ اور شام کے درمیان ساحل سمندر پر واقع تھا۔ اس جگہ کے سمندر میں سال کے ایک مہینہ میں اتنی کثرت سے مچھلیاں آتی تھیں کہ پانی دکھائی نہیں دیتا تھا۔ اور باقی مہینوں میں ہفتہ کے دن اس میں بہت مچھلیاں آتی تھیں۔ ان لوگوں نے مختلف جگہ حوض کھودے اور سمندر سے نالیاں نکال کر ان حوضوں سے ملا دیں۔ ہفتہ کے دن ان حوضوں میں مچھلیاں چلی جاتیں اور وہ اتوار کے دن ان کا شکار کر لیتے۔ بنو اسرائیل نے ہفتہ کے دن مچھلیوں کو حوضوں میں مقید کر لیا۔ یہی ان کا حد سے تجاوز کرنا تھا۔ وہ ایک بڑے لمبے عرصے تک اس نافرمانی میں مشغول رہے۔ نسل در نسل ان کی اولاد بھی اس میں ملوث رہی۔ خدا کا خوف رکھنے والے کچھ لوگ منع کرتے تھے۔ کچھ اس کو برا جانتے تھے اور اس خیال سے منع نہیں کرتے تھے کہ یہ باز آنے والے نہیں۔ نافرمان لوگ کہتے کہ ہم اتنے بڑے عرصے سے یہ کام کر رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ ان مچھلیوں میں اضافہ فرما رہا ہے۔ مانعین کہتے تھے کہ تم دھوکے میں نہ آؤ، ہو سکتا ہے کہ تم پر عذاب نازل ہو جائے۔"[9]

بنی اسرائیل کی گمراہی کے اسباب

ا۔ شرک کرنا: بنی اسرائیل کا سب سے بڑا گناہ تو یہ تھا کہ وہ اللہ کے ساتھ شرک کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو توحید کی دعوت مرحمت فرمائی۔ ارشاد فرماتے ہیں:

"وَإِذْ قَالَ مُوسَىٰ لِقَوْمِهِ يَا قَوْمِ إِنَّكُمْ ظَلَمْتُمْ أَنفُسَكُم بِاتِّخَاذِكُمُ الْعِجْلَ فَتُوبُوا إِلَىٰ بَارِئِكُمْ فَاقْتُلُوا أَنفُسَكُمْ ذَٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ عِندَ بَارِئِكُمْ فَتَابَ عَلَيْكُمْ ۚ إِنَّهُ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ"۔[10]

---

[8]۔ عثمانی، مفتی شفیع، معارف القرآن، ۱/۱۲۷۔

Uthmānī, Mufti Shafī, *Ma'ārif Al-Quran*, 127/1

[9]۔ سعیدی، غلام رسول، تبیان القرآن، لاہور، فریدیہ کتب خانہ، ۲۰۰۹ء، ۱/۴۱۷۔

Saeedī, Ghulam Rasool, *Tibiyān Al-Quran*, Lahore, Farīdia Kutub Khāna, 2009, 417/1

[10]۔ البقرہ، ۲:۵۴۔

Al-Baqarah, 2:54

"اور اس وقت کو یاد کرو جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا کہ تم نے بچھڑا پکڑ کر خود پر ظلم کیا ہے۔ اب تم اپنے پیدا کرنے والے کی طرف رجوع کرو۔ اور خود کو قتل کرو، یہی تمہارے حق میں بہتر ہے۔ اس کے بعد اللہ نے تمہاری توبہ قبول کی۔ بے شک اللہ بہت زیادہ توبہ قبول کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔"

مذکورہ آیت کی تشریح میں مفسرین لکھتے ہیں کہ جو بچھڑے کی پوجا کرنے والے تھے ان کو کھلے میدان میں آکر وہ لوگ قتل کریں جو دیکھتے رہے اور جنہوں نے منع نہیں کیا۔ حضرت علی اور ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ مروی ہے۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ستر ہزار آدمی قتل ہو گئے۔[11] بچھڑے کی ہی عبادت کے حوالے سے اور نبی ﷺ کی وفات کے بعد خلافت کے حوالے سے اختلاف کے متعلق یہودیوں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے درمیان مکالمہ اس طرح سے پیش کیا گیا ہے:

"بعض یہودیوں نے حضرت علیؓ سے کہا تم اپنے نبی کو دفن کرنے سے پہلے ہی آپس میں اختلاف کرنے لگے تھے۔ حضرت علیؓ نے فرمایا ہمارا اس میں اختلاف تھا کہ نبی کا خلیفہ کس کو ہونا چاہئے۔ نبی کی ذات میں ہمارا اختلاف نہیں تھا اور تمہارے پاؤں تو ابھی سمندر کے پانی سے خشک نہیں ہوئے تھے کہ تم نے کہا ہمارے لئے بھی ایک ایسا معبود بنا دیں جیسا ان کا معبود ہے۔"[12]

اسی طرح بنی اسرائیل کی قوم میں ایک شخص سامری بھی تھا۔ جو فرعون کی طرف سے قتل ہونے سے بچ گیا تھا۔ اس نے بنی اسرائیل کے زیورات کو پگھلا کر ایک بچھڑا بنایا۔ اور کہا کہ یہ تمہارا معبود ہے موسیٰؑ بھول گئے ہیں۔ سورہ طٰہٰ میں اللہ تعالیٰ نے اس سامری کا ذکر کیا ہے۔ اس کے متعلق اردو مفسرین لکھتے ہیں:

"حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ جب فرعون بچوں کو قتل کراتا تھا تو سامری کی ماں اس کو غار میں چھپا کر ڈال آئی کہ ذبح سے محفوظ رہے اللہ تعالیٰ نے جبرئیل سے اس کی پرورش کرائی اس لئے سامری حضرت جبرئیل کو اس صورت سے پہچانتا تھا۔"[13]

حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ جب حضرت جبرائیلؑ نازل ہوئے تاکہ حضرت موسیٰؑ کو طور پر لے جائیں تو سامری نے جبرئیلؑ کو لوگوں کے درمیان دیکھ لیا تھا اور حضرت ابن عباسؓ سے ایک روایت ہے کہ اس نے حضرت جبرائیلؑ کو اس لئے پہچان لیا تھا کہ

---

[11]۔ عثمانی، مفتی شفیع، معارف القرآن، ۱/۱۸۴۔

Uthmānī, Mufti Shafī, *Ma'ārif Al-Quran*, 184/1

[12]۔ سعیدی، غلام رسول، تبیان القرآن، ۷/۴۲۰۔

Saeedī, Ghulam Rasool, *Tibiyān Al-Quran*, 420/7

[13]۔ عثمانی، مفتی شفیع، معارف القرآن، ۵/۱۵۱۔

Uthmānī, Mufti Shafī, *Ma'ārif Al-Quran*, 151/5

سامری نے بچپن میں جبرئیل کو دیکھا تھا۔[14]

اللہ تعالیٰ یہود و نصاریٰ کا شرک بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

"وَقَالَتِ الْيَهُودُ عُزَيْرٌ ابْنُ اللَّهِ وَقَالَتِ النَّصَارَى الْمَسِيحُ ابْنُ اللَّهِ ذَٰلِكَ قَوْلُهُم بِأَفْوَاهِهِمْ يُضَاهِئُونَ قَوْلَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِن قَبْلُ قَاتَلَهُمُ اللَّهُ أَنَّىٰ يُؤْفَكُونَ"۔[15]

"اور یہود کہتے ہیں کہ عزیر اللہ کا بیٹا ہے اور عیسائی کہتے ہیں کہ مسیح اللہ کا بیٹا ہے۔ یہ ان کی منہ کی باتیں ہیں۔ وہ کافروں کی سی باتیں بنانے لگے ہیں جو ان سے پہلے گزرے ہیں، اللہ انہیں ہلاک کرے، یہ کدھر الٹے جا رہے ہیں۔"

حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا عزیر بن سروحا ہی وہ شخص ہیں جن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"او کالذی مرعلی قریة"[16].

حضرت عزیرؑ سو سال کے بعد جب زندہ ہوئے تو اپنے محلہ میں گئے۔ لوگ ان کے شناسا نہ تھے اور نہ یہ لوگوں کے شناسا تھے۔ اور اپنا مکان بھی اٹکل پچو سے تلاش کی۔ وہاں ایک سو بیس سال کی عمر کی ایک بڑھیا بیٹھی ہوئی تھی جو فالج زدہ تھی۔ وہ دراصل حضرت عزیر کی باندی تھی۔ حضرت عزیر نے اس سے پوچھا اے خاتون! کیا یہی عزیر کا گھر ہے؟ اس نے کہا ہاں یہ عزیر کا گھر ہے۔ نیز اس نے کہا میں نے اتنے سالوں سے کسی کو عزیر کا ذکر کرتے نہیں سنا، لوگ اس کو بھول چکے ہیں۔ انہوں نے کہا میں عزیر ہوں۔ اس نے کہا سبحان اللہ! عزیر کو تو ہم ایک سو سال سے گم کر چکے ہیں اور ہم نے کسی سے ان کا ذکر نہیں سنا۔ انہوں نے کہا میں عزیر ہوں، اللہ نے مجھ پر ایک سو سال تک موت طاری کر دی تھی پھر زندہ کر دیا۔ اس عورت نے کہا عزیر مستجاب الدعوات تھے ان کی دعا سے بیمار تندرست ہو جاتا تھا اور مصیبت زدہ کی مصیبت دور ہو جاتی تھی۔ آپ اللہ سے دعا کیجئے کہ اللہ میری بینائی لوٹا دے تاکہ میں آپ کو دیکھ لوں، اور اگر آپ واقعی عزیر ہیں تو میں آپ کو پہچان لوں گی۔ حضرت عزیر نے دعا کی اور اس کی آنکھوں پر ہاتھ پھیرا۔ وہ تندرست ہو گئی۔ پھر حضرت عزیر نے اس فالج زدہ سے کہا تم اللہ کے حکم سے کھڑی ہو جاؤ۔ سو وہ

---

[14] ۔ سعیدی، غلام رسول، تبیان القرآن، ۷/۴۲۹۔

Saeedī, Ghulam Rasool, *Tibiyān Al-Quran*, 429/7

[15] ۔ التوبہ، ۹:۳۰

Al-Toubah, 9:30

[16] ۔ البقرہ، ۲:۵۷

Al-Baqarah, 2:57

بالکل تندرست ہو کر کھڑی ہو گئی۔اس نے آپ کو دیکھ کر کہا میں گواہی دیتی ہوں کہ آپ عزیر ہیں۔جب یہودیوں کو حضرت عزیر کا پتا چلا تو انہوں نے کہا ہم میں عزیر کے سوا کوئی تورات کا حافظ نہیں تھا۔اور بخت نصر نے تورات کو جلا دیا تھا۔اور اب اس کا کوئی نشان باقی نہیں ہے سوا چند سورتوں کے جو لوگوں کو حفظ ہیں۔آپ ہمیں مکمل تورات لکھوا دیں۔حضرت عزیر کے والد سروخا نے بخت نصر کے ایام میں ایک جگہ تورات کو دفن کر دیا تھا جس کا حضرت عزیر کے سوا کسی کو علم نہیں تھا۔حضرت عزیر اس جگہ لوگوں کو لے گئے اور تورات کو کھود نکالا۔اس کے اوراق گل گئے تھے اور لکھائی مٹ چکی تھی۔وہ ایک درخت کے سائے میں بیٹھ گئے اور بنو اسرائیل ان کے گرد بیٹھ گئے۔آسمان سے دو ستارے نازل ہوئے اور ان کے پیٹ میں گھس گئے۔اور ان کو تورات یاد آ گئی اور انہوں نے بنو اسرائیل کے لیئے از سر نو تورات لکھوا دی۔جب بنو اسرائیل نے حضرت عزیر سے غیر معمولی امور دیکھے تو وہ کہنے لگے کہ عزیر اللہ عزوجل کے بیٹے ہیں۔"[17]

۲۔رسالت محمدی ﷺ کے حق کو چھپانا: اللہ تعالیٰ نے یہود بنی اسرائیل کے افعال شنیعہ کو بیان کیا ہے۔فرمایا:

"أَتَأْمُرُونَ النَّاسَ بِالْبِرِّوَتَنسَوْنَ أَنفُسَكُمْ وَ أَنتُمْ تَتْلُونَ الْكِتَابَ اَفَلَا تَعْقِلُونَ"[18]

"کیا تم لوگوں کو بھلائی کا حکم دیتے ہو اور خود کو بھول جاتے ہو۔حالانکہ تم کتاب کو پڑھتے ہو۔کیا تم سمجھ بوجھ نہیں رکھتے؟"

حافظ عبد السلام بھٹوی اس کی تفسیر میں عبد اللہ بن عباسؓ کا قول نقل کرتے ہیں:

"یعنی لوگوں کو تورات پر عمل کرنے کا حکم دیتے ہو اور خود بھول جاتے ہو کہ اس میں نبی ﷺ پر ایمان لانے کا حکم موجود ہے"۔[19]

یہود اللہ کے رسول ﷺ کی بعثت سے پہلے آخری نبی ﷺ کی آمد کے انتظار میں تھے اور اس نبی کے وسیلے سے دعائیں کیا کرتے تھے۔اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ "حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ یہود، اوس اور خزرج کے خلاف جنگ میں رسول اللہ ﷺ سے پہلے آپ کے وسیلے سے فتح طلب کرنے کی دعا کرتے تھے۔جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو عرب میں

---

[17]۔سعیدی، غلام رسول، تبیان القرآن،،۱۲۱/۵۔

Saeedī, Ghulam Rasool, *Tibiyān Al-Quran*, 121/5

[18]۔البقرہ،۲:۴۴

Al-Baqarah, 2:44

[19]۔بھٹوی، عبد السلام، تفسیر القرآن الکریم،۶۸/۱۔

Bhutwī, Abd us Salam, *Tafsīr Al Qur'ān Al Karīm*, 68/1

مبعوث کر دیا تو جو کچھ وہ آپ کے متعلق کہتے تھے اس کا انہوں نے انکار کر دیا۔ایک دن حضرت معاذ بن جبل اور حضرت بشر بن البراء بن معرورؓ نے ان سے کہا: اے یہودیو! اللہ سے ڈرو اور اسلام لے آؤ، جب ہم مشرک تھے تو تم ہمارے خلاف سیدنا محمد ﷺ کے وسیلے سے فتح کی دعا کرتے تھے۔ تم ہم کو یہ خبر دیتے تھے کہ وہ نبی مبعوث ہونے والے ہیں اور تم اس نبی کی وہی صفات بیان کرتے تھے جو آپ ﷺ میں موجود ہیں۔اس کے جواب میں بنو نضیر کے سلام بن مشکم نے کہا: وہ کوئی ایسی چیز لئے کر نہیں آئے جس کو ہم پہچانتے ہوں۔اور یہ وہ نبی نہیں ہیں جن کا ہم تم سے ذکر کیا کرتے تھے۔"[20]

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ یہود محمد رسول اللہ ﷺ کی نبوت کو تورات وانجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں۔رشاد باری تعالی ہے:

" اَلَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِيَّ الْاُمِّيَّ الَّذِيْ يَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ- يَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهٰىهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ وَيَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَالْاَغْلٰلَ الَّتِيْ كَانَتْ عَلَيْهِمْ-فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَعَزَّرُوْهُ وَنَصَرُوْهُ وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ مَعَهٗٓ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ"[21]

"وہ لوگ جو اس رسول کی پیروی کرتے ہیں جو اُمی نبی ہے جسے اپنے ہاں تورات اور انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں۔وہ ان کو نیکی کا حکم کرتا ہے اور برے کام سے روکتا ہے۔اور ان کے لیے سب پاک چیزیں حلال کرتا ہے۔اور ان پر ناپاک چیزیں حرام کرتا ہے۔اور ان پر سے ان کے بوجھ اور وہ قیدیں اتارتا ہے جو ان پر تھیں۔ سو جو لوگ اس پر ایمان لائے اور اس کی حمایت کی اور اسے مدد دی اور اس کے نور کے تابع ہوئے جو اس کے ساتھ بھیجا گیا ہے، یہی لوگ نجات پانے والے ہیں۔"

مولانا مودودی نے تفہیم القرآن میں ام المومنین صفیہؓ کا قصہ اس حوالے سے درج کیا ہے لکھتے ہیں "اور یہ جو فرمایا کہ وہ اس کو پہچان گئے تھے۔ تو اس کے متعدد ثبوت اسی زمانے میں مل گئے تھے۔سب سے زیادہ معتبر شہادت ام المومنین حضرت صفیہؓ ہے، جو خود ایک بڑے یہودی عالم کی بیٹی اور ایک دوسرے عالم کی بھتیجی تھیں۔وہ فرماتی ہیں کہ جب نبی ﷺ مدینہ تشریف لائے، تو میرے باپ اور چچا دونوں آپ ﷺ سے ملنے گئے۔ بڑی دیر تک آپ ﷺ سے گفتگو کی۔پھر جب گھر واپس آئے، تو میں نے اپنے کانوں سے ان دونوں کو یہ گفتگو کرتے سنا:

[20]_ سلفی، محمد لقمان، تیسیر الرحمان، الریاض، دارالداعی پبلشرز، ۲۰۰۱ء، ص: ۷۱

Salafī, Muhammad Luqman, *Taisīr Al Rahmān*, Riyadh, Dār Al Dā'ī Publishers, 2001, p.71

[21]_ الاعراف، ۷: ۵۴

Al-Ā'rāf, 7:54

چچا: کیا واقعی یہ وہی نبی ہے جس کی خبریں ہماری کتابوں میں دی گئی ہیں؟

والد: خدا کی قسم! ہاں۔

چچا: کیا تم کو اس کا یقین ہے؟

والد: ہاں۔

چچا: پھر کیا ارادہ ہے؟

والد: جب تک جان میں جان ہے، اس کی مخالفت کروں گا اور اس کی بات چلنے نہ دوں گا۔"[22]

۳۔اللہ کی آیات میں تحریف کرنا: اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کی بد فعلی کا ذکر کیا ہے:

"فَوَيْلٌ لِّلَّذِينَ يَكْتُبُونَ الْكِتَابَ بِأَيْدِيهِمْ ثُمَّ يَقُولُونَ هَٰذَا مِنْ عِندِ اللَّهِ لِيَشْتَرُوا بِهِ ثَمَنًا قَلِيلًا ۖ فَوَيْلٌ لَّهُم مِّمَّا كَتَبَتْ أَيْدِيهِمْ وَوَيْلٌ لَّهُم مِّمَّا يَكْسِبُونَ"۔[23]

حافظ عبد السلام بھٹوی اس آیت کے تحت حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا نصیحت آموز اثر پیش کرتے ہیں:

"ابن عباسؓ نے فرمایا: تم اہل کتاب سے کسی بھی خبر کے متعلق کیوں پوچھتے ہو۔ جب کہ تمہاری کتاب جو اللہ کے رسول ﷺ پر نازل کی گئی ہے۔ سب سے نئی ہے۔ تم اسے خالص اور ہر طرح کی ملاوٹ سے پاک پڑھتے ہو۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں بتایا ہے کہ اہل کتاب نے اپنے کتاب کو بدل دیا۔ اور انہوں نے اپنے ہاتھوں سے کتاب لکھ کر کہا کہ یہ اللہ کی طرف سے ہے تاکہ اس کے ذریعے سے دنیا کا تھوڑا سا مال کما لیں۔ کیا تمہارے پاس جو علم ہے وہ تمہیں ان سے دریافت کرنے سے روکتا نہیں؟ قسم اللہ کی! ہم نے ان میں سے کسی شخص کو نہیں دیکھا کہ وہ تم سے اس چیز کے بارے میں دریافت کرتا ہو جو تم پر نازل کی گئی۔"[24]

سیدنا عثمان بن عفانؓ بیان کرتے ہیں کہ یہود نے اپنی خواہش کے مطابق تورات میں احکام لکھ دیئے اور جو احکام ان کو ناپسند تھے ان کو تورات سے مٹا دیا۔ نیز انہوں نے تورات سے سیدنا محمد ﷺ کا نام مٹا دیا۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے ان پر غضب فرمایا۔"[25]

---

[22]۔ مودودی، ابوالاعلی، تفہیم القرآن، لاہور، مکتبہ تعمیر انسانیت، ۱۹۵۸ء، ۱/۵۴۔

Moudūdī, Abu Al Ā'lā, *Tafhīm Al Qur'ān*, Lahore, Maktabah Tā'mīr e Insāniyat, 1958, 54/1

[23]۔ البقرہ، ۲:۷۹

Al-Baqarah, 2:79

[24]۔ بھٹوی، عبد السلام، تفسیر القرآن الکریم، ۱/۸۷۔

Bhutwī, Abd us Salam, *Tafsīr Al Qur'ān Al Karīm*, 87/1

[25]۔ سعیدی، غلام رسول، تبیان القرآن، ۱/۴۳۷۔

Saeedī, Ghulam Rasool, *Tibiyān Al-Quran,* 437/1

ابن عباسؓ فرماتے ہیں:

"اللہ کے دشمن یہودیوں نے کہا: اللہ تعالیٰ ہمیں جہنم میں صرف قسم پوری کرنے کے لئے داخل کرے گا۔ اور یہ چالیس دن کی مدت ہے۔ جس میں ہم نے بچھڑے کی پرستش کی تھی۔"[26]

۴۔اللہ کے احکام ساتھ استہزاء کرنا: اللہ تعالیٰ نے انہیں حکم دیا کہ ایک گائے ذبح کی جائے تاکہ ان کے درمیان فیصلہ کیا جائے۔اس گائے کے انتخاب میں جوانہوں نے سوالات کئے ان کو اللہ نے ناپسند فرمایا۔ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

" وَإِذْ قَالَ مُوسَىٰ لِقَوْمِهِ إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكُمْ أَن تَذْبَحُوا بَقَرَةً قَالُوا أَتَتَّخِذُنَا هُزُوًا قَالَ أَعُوذُ بِاللَّهِ أَنْ أَكُونَ مِنَ الْجَاهِلِينَ"[27]

"اور اس وقت کو یاد کرو جب موسی نے اپنی قوم کا کہا بے شک اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ تم ایک گائے ذبح کرو۔جوابا انہوں نے کہا کہ کیا آپ ہم سے مذاق کر رہے ہو؟ موسی نے کہا کہ میں جاہلوں میں شمار سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں۔"

سید احمد حسن دہلوی لکھتے ہیں:

"سلف کی تفسیروں میں یہ قصہ مختلف لفظوں سے نقل کیا گیا ہے مگر تفسیر ابن جریر میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی روایت سے اس قصہ کا حاصل یہ ہے کہ بنی اسرائیل میں ایک شخص بڑا مال دار تھا۔اس کی کوئی اولاد نہیں تھی۔فقط ایک اس کا بھتیجا غریب سا تھا۔اس مالدار شخص کے مرنے کے بعد یہی اس کا بھتیجا اس کا وارث ٹھہر تا تھا۔مال کے جلدی سے ہاتھ آجانے کے لالچ سے اس کے اس بھتیجے نے موقع دیکھ کر اپنے چچا کو مار ڈالا۔اور پاس کے ایک گاؤں کے دروازہ پر لاش ڈال دی۔اور پھر حضرت موسیٰؑ کے پاس آکر اپنے چچا کے خون کا دعوے کیا۔اس پر اللہ تعالیٰ نے ایک گائے ذبح کرنے کا اور اس گائے کے گوشت کا ایک ٹکڑا اس مقتول شخص کے جسم پر مارنے کا حکم دیا۔تفسیر ابن جریر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ جب اس شخص نے تھوڑی دیر لئے زندہ ہو کر اپنے قاتل کا نام بتلادیا اور پھر وہ مر گیا۔تو اس کے قاتل اور اسکے ساتھیوں نے اس پر بھی اس شخص کے قول کو جھٹلادیا۔اور اس کے قتل سے صاف انکار کر دیا۔"[28]

---

[26]۔سعیدی، غلام رسول، تبیان القرآن، ۴۳۸/۱۔

Saeedī, Ghulam Rasool, *Tibiyān Al-Quran*, 438/1

[27]۔البقرہ، ۲:۳۷

Al-Baqarah, 2:37

[28]۔دہلوی، سید احمد حسن، احسن التفاسیر، ۹۵/۱۔

Dehlawi, Syed Ahmad Hassan, *Ahsan Al-Tafāseer*, 95/1

۵۔ موسیٰ کے بعد رسل کی آمد اور قتل انبیاء: اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ کے بعد بھی بنی اسرائیل میں کئی رسول بھیجے۔ کئی ایسے جن کو بنی اسرائیل نے قتل بھی کر دیا۔ اور عیسیٰؑ کی اللہ تعالیٰ نے مدد فرمائی۔ اس بابت اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

" وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ وَقَفَّيْنَا مِن بَعْدِهِ بِالرُّسُلِ وَآتَيْنَا عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنَاتِ وَ أَيَّدْنَاهُ بِرُوحِ الْقُدُس افَكُلَّمَا جَاءَكُمْ رَسُولٌ بِمَا لَا تَهْوَىٰ أَنفُسُكُمُ اسْتَكْبَرْتُمْ فَفَرِيقًا كَذَّبْتُمْ وَفَرِيقًا تَقْتُلُونَ"[29]

"تحقیق ہم نے موسی کو کتاب دی اور ان کر بعد مسلسل رسول بھیجے۔ اور ہم نے عیسیٰ بن مریم کو واضح نشانیوں سے نوازا اور روح القدس کے ذریعہ اس کی مدد کی۔ جب بھی رسول تمہارے پاس وہ احکامات لے کر آئے جو تمہیں پسند نہیں تھے تو تم نے تکبر کیا اور ایک فریق کو جھٹلا دیا اور دوسرے کو قتل کرتے رہے۔"

"روح القدس" سے مراد جبرئیلؑ ہیں۔ ابن مسعود اور ابن عباس رضی اللہ عنہما کا یہی قول ہے۔[30] یہود وہ گروہ ہے جو انبیاء ورسل کو قتل کرنے سے بھی گریز نہ کرتا تھا۔ سید احمد حسن دہلوی لکھتے ہیں:

"ابن جریر میں ابو عبیدہ بن الجراحؓ سے روایت ہے جس کا حاصل یہ کہ ایک زمانہ میں بنی اسرائیل نے ۴۳ انبیاء صاحبِ تورات کو صبح سے سہ پہر تک قتل کیا۔ اور پھر سہ پہر کو ایک سو بارہ علماء کو قتل کیا۔"[31]

۶۔ منافقت کا اظہار کرنا: بنی اسرائیل کے یہود اللہ کے رسول ﷺ کی نبوت کو جانتے تھے۔ اس بناء پر نہ تو کھل کر اس کا اظہار کرتے تھے اور نہ ہی اس کی تردید کرتے تھے۔ حتیٰ کہ بعض تو مسلمانوں کے ساتھ ملتے تو ان کے مذہب کی تصدیق کرتے اور جب اپنے دوستوں کے پاس جاتے تو کفر کرتے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

"وَإِذَا لَقُوا الَّذِينَ آمَنُوا قَالُوا آمَنَّا وَإِذَا خَلَا بَعْضُهُمْ إِلَىٰ بَعْضٍ قَالُوا أَتُحَدِّثُونَهُم بِمَا فَتَحَ اللَّهُ عَلَيْكُمْ لِيُحَاجُّوكُم بِهِ عِندَ رَبِّكُمْ ۚ أَفَلَا تَعْقِلُونَ"۔[32]

---

[29]۔ البقرہ، ۲:۸۷

Al-Baqarah, 2:87

[30]۔ سلفی، محمد لقمان، تیسیر الرحمان، ص: ۷۳

Salafī, Muhammad Luqman, *Taisīr Al Rahmān*, p.73

[31]۔ دہلوی، سید احمد حسن، احسن التفاسیر، ۱/۱۲۹۔

Dehlawi, Syed Ahmad Hassan, *Ahsan Al-Tafāseer*, 129/1

[32]۔ البقرہ، ۲:۷۶

Al-Baqarah, 2:76

"اور جب ایمان والوں سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم ایمان لے آئے ہیں۔اور جب الگ ہوتے ہیں تو کہتے ہیں کیا تم انہیں وہ بیان کرتے ہو جو اللہ نے تمہیں بتایا ہے۔تاکہ یہ قیامت کے تم پر حجت قائم کر سکیں۔کیا تم سمجھ نہیں رکھتے؟"

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ "جب منافقین یہود حضرت سیدنا محمدﷺ کے اصحاب سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم ایمان لے آئے۔"[33]

اسی طرح رسولﷺ کی نبوت ورسالت کو تسلیم نہ کرنے کا عذر بناتے کہ ہمارا دل اس سے محفوظ ہے۔ارشاد فرمایا:

"وَقَالُوْا قُلُوْبُنَا غُلْفٌ ۭبَل لَّعَنَهُمُ اللّٰهُ بِكُفْرِهِمْ فَقَلِيْلًا مَّا يُؤْمِنُوْنَ"۔[34]

یعنی انہوں نے کہا کہ ہمارے دل محفوظ ہیں۔بلکہ اللہ نے ان پر لعنت کی ہے ان کے کفر کی وجہ سے۔یہ بہت تھوڑا ایمان لاتے ہیں۔اس آیت کریمہ میں یہودیوں کے اس قول کا مطلب آثار صحابہ سے اس طرح سے بیان کیا گیا ہے کہ

"حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے آیت کا معنیٰ یوں مروی ہے کہ ہمارے دل کے اوپر پردے پڑے ہوئے ہیں۔اس لئے تمہاری بات سمجھ میں نہیں آتی، ہمارے اوپر محنت نہ کرو۔حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے دوسرا قول یہ مروی ہے کہ یہود نے کہا، ہمارے دل علم کے مخزن ہیں۔یہ پہلے سے ہی علم و معرفت سے بھرے ہوئے ہیں۔اب ان میں علمِ محمدﷺ کے لئے گنجائش نہیں۔"[35]

۷۔یہود کو دعوت مباہلہ: یہود کہتے تھے کہ ہم اللہ کے مقرب و محبوب ہیں۔ہمارے علاوہ کوئی بھی جنت میں نہ جائے گا۔اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

"قُلْ اِنْ كَانَتْ لَكُمُ الدَّارُالْاٰخِرَةُ عِنْدَ اللّٰهِ خَالِصَةً مِّنْ دُوْنِ النَّاسِ فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ "۔[36]

---

[33]۔سعیدی، غلام رسول، تبیان القرآن، ۴۳۶/۱۔

Saeedī, Ghulam Rasool, *Tibiyān Al-Quran*, 436/7

[34]۔البقرہ۲:۸۷

Al-Baqarah, 2:87

[35]۔سلفی، محمد لقمان، تیسیر الرحمان، ص:۵۳۔

Salafī, Muhammad Luqman, *Taisīr Al Rahmān*, p.73

[36]۔البقرہ،۲:۹۴

Al-Baqarah, 2:94

"کہہ دو اگر اللہ کے نزدیک آخرت کا گھر خصوصیت کے ساتھ سوائے اور لوگوں کے تمہارے ہی لیے ہے۔ تو تم موت کی آرزو کرو اگر تم سچے ہو۔"

علامہ غلام رسول سعیدی لکھتے ہیں:

"حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ اگر وہ ایک دن بھی موت کی تمنا کرتے، تو روئے زمین پر کوئی یہودی زندہ نہ رہتا اور صفحہ ہستی سے یہودیت مٹ جاتی۔"[37]

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ "فتمنوا الموت" کا معنٰی ہے کہ دونوں گروہوں (یہودیوں اور مسلمانوں) میں سے جو جھوٹا ہے اس کے لئے موت کی بد دعا کرو، تو انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی بات کا انکار کر دیا۔[38]

یہودی اہل اسلام سے حسد کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

"أَمْ يَحْسُدُونَ النَّاسَ عَلَىٰ مَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِن فَضْلِهِ۔"[39]

"یا جو خدا نے لوگوں کو اپنے فضل سے دے رکھا ہے اس کا حسد کرتے ہیں۔"

یحسدون الناس، کی تفسیر میں حضرت عبداللہ بن عباس نے فرمایا کہ ناس سے آنحضرت ﷺ اور ان کے ساتھی مقصود ہیں۔[40]

۸۔ یہود کا اللہ کو فقیر کہنا: اللہ تعالیٰ یہود کی جسارت و بے باکی کو اور اللہ پر تہمت لگانے کو بیان کرتے ہیں:

"لَّقَدْ سَمِعَ اللَّهُ قَوْلَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ فَقِيرٌ وَنَحْنُ أَغْنِيَاءُ۔"[41]

"بلاشبہ اللہ نے ان لوگوں کی بات سن لی ہے۔ جو کہتے ہیں کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ فقیر اور ہم امیر ہیں۔"

ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی:

37۔ سعیدی، غلام رسول، تبیان القرآن، ۱/۴۵۳۔

Saeedī, Ghulam Rasool, *Tibiyān Al-Quran*, 453/1

38۔ بھٹوی، عبدالسلام، تفسیر القرآن الکریم، ۱/۳۵۔

Bhutwī, Abd us Salam, *Tafsīr Al Qur'ān Al Karīm*, 35/1

39۔ النساء، ۴:۵۴

Al-Nisā, 4:54

40۔ سعیدی، غلام رسول، تبیان القرآن، ۱/۴۳۶۔

Saeedī, Ghulam Rasool, *Tibiyān Al-Quran*, 436/1

41۔ آل عمران، ۳:۸۴

Āl-e-Imrān, 3:85

"من ذاالذی یقرض الله قرضا حسنا فیضاعفه له اضعافا کثیرة"۔[42]

تو یہود یہ کہنے لگے کہ اے محمد ﷺ آپ کا پروردگار فقیر ہو گیا ہے۔ جو اپنے بندوں سے قرض مانگتا ہے۔ تو اس کے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی۔[43]

۹۔ یہود کی جبرئیلؑ سے دشمنی: اللہ تعالیٰ نے یہود کی بد خصلتوں میں سے ایک یہ بھی ذکر کی ہے کہ وہ حضرت جبرئیلؑ کو اپنا دشمن سمجھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"قُلْ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّجِبْرِيْلَ فَاِنَّهٗ نَزَّلَهٗ عَلٰى قَلْبِكَ بِاِذْنِ اللّٰهِ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ وَهُدًى وَّبُشْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ۔"[44]

"کہہ دو جو کوئی جبرائیل کا دشمن ہو، سو اسی نے اتارا ہے وہ قرآن اللہ کے حکم سے آپ کے دل پر، ان کی تصدیق کرتا ہے جو اس سے پہلے ہیں اور ایمان والوں کے لئے ہدایت اور خوشخبری ہے۔"

یہود حضرت جبرائیل کو اپنا دشمن سمجھتے تھے اس کی وجہ حضرت عمرؓ کے ایک اثر سے معلوم ہوتی ہے۔ تبیان القرآن میں لکھا ہے:

"قتادہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن حضرت عمر بن الخطابؓ یہود کے پاس گئے۔ جب انہوں نے حضرت عمرؓ کو دیکھا تو ان کو خوش آمدید کہا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا: میں کوئی تم سے محبت یا تمہاری رغبت کی وجہ سے نہیں آیا ہوں۔ لیکن میں تمہاری باتیں سننے کے لئے آیا ہوں۔ پھر دونوں نے ایک دوسرے سے سوالات کیے اور بحث کی۔ یہودیوں نے پوچھا: آپ کے نبی کا دوست کون ہے؟ حضرت عمرؓ نے کہا: جبرئیل، انہوں نے کہا: وہ تو ہمارا دشمن ہے۔ وہ آسمان سے آکر محمد ﷺ کو ہمارے راز بتا دیتا ہے۔ وہ جب بھی آتا ہے جنگ اور قحط سالی لے کر آتا ہے۔ البتہ ہمارے نبی کا دوست میکائیل ہے۔ وہ جب بھی آتا ہے صلح، خوشحالی اور غلہ کی فراوانی کے ساتھ آتا ہے۔ حضرت عمرؓ نے کہا تو تم جبرائیل کو پہچانتے ہو اور حضرت محمد ﷺ کا انکار کرتے ہو۔ پھر عمرؓ وہاں سے اٹھ گئے اور پھر یہ آیت نازل ہوئی: کہیے جو شخص جبرائیل کا دشمن ہو۔۔۔"[45]

---

[42]۔ البقرہ، ۲:۲۴۵

Al-Baqarah, 2:245

[43]۔ عثمانی، مفتی شفیع، معارف القرآن، ۱/۱۰۸۔

Uthmānī, Mufti Shafī, *Ma'ārif Al-Quran*, 108/1

[44]۔ البقرہ، ۲:۹۷

Al-Baqarah, 2:97

[45]۔ سعیدی، غلام رسول، تبیان القرآن، ۱/۴۵۶۔

Saeedī, Ghulam Rasool, *Tibiyān Al-Quran*, 456/1

حضرت عمرؓ سے ہی ایک اثر معارف القرآن میں شفیع عثمانی اس طرح سے بیان کرتے ہیں:

"حضرت عمرؓ نے ان سے سوال کیا کہ یہ بتلاؤ کہ جبرائیلؑ اور میکائیلؑ کو بارگاہ خداوندی میں کیا مرتبہ اور کس درجہ کا قرب حاصل ہے؟ یہود نے کہا کہ جبرائیل اللہ کے دائیں جانب ہیں اور میکائیل بائیں جانب۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا پس خدا کی قسم یہ ناممکن ہے کہ جبرائیل، میکائیل کے دشمن ہوں اور یہ بھی ناممکن ہے کہ میکائیل، جبرائیل کے دشمنوں سے دوستی اور صلح کریں۔ اور ایک روایت میں ہے کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ جب ان دونوں کو خدا سے یہ قرب ہے تو یہ ناممکن ہے کہ یہ دونوں آپس میں دشمن ہوں۔"[46]

۱۰۔ جادو کا سیکھنا: اللہ تعالیٰ نے سورہ بقرہ میں بنی اسرائیل یہود کا ذکر کرتے ہوئے حضرت سلیمانؑ کا ذکر کیا ہے۔ اور ان کو جادو جیسے کفر سے بری قرار دیا ہے۔ جادو کے عمل کو خود بنی اسرائیل کی طرف منسوب کیا ہے۔ اس واقعہ مکمل تفصیل اردو تفاسیر میں درج ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

"وَ اتَّبَعُوْا مَا تَتْلُو الشَّيَاطِيْنُ عَلٰى مُلْكِ سُلَيْمَانَ وَمَا كَفَرَ سُلَيْمَانُ وَلٰكِنَّ الشَّيَاطِيْنَ كَفَرُوْا يُعَلِّمُوْنَ النَّاسَ السِّحْرَ وَمَآ اُنْزِلَ عَلَى الْمَلَكَيْنِ بِبَابِلَ هَارُوْتَ وَمَارُوْتَ وَمَا يُعَلِّمَانِ مِنْ اَحَدٍ حَتّٰى يَقُوْلَآ اِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ فَلَا تَكْفُرْ فَيَتَعَلَّمُوْنَ مِنْهُمَا مَا يُفَرِّقُوْنَ بِهٖ بَيْنَ الْمَرْءِ وَزَوْجِهٖ وَمَا هُمْ بِضَآرِّيْنَ بِهٖ مِنْ اَحَدٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ وَيَتَعَلَّمُوْنَ مَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ وَلَقَدْ عَلِمُوْا لَمَنِ اشْتَرَاهُ مَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ وَلَبِئْسَ مَا شَرَوْا بِهٖٓ اَنْفُسَهُمْ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ۔"[47]

"اور انہوں نے اس چیز کی پیروی کی جو شیطان سلیمان کی بادشاہت کے وقت پڑھتے تھے۔ اور سلیمان نے کفر نہیں کیا تھا۔ لیکن شیطانوں نے ہی کفر کیا وہ لوگوں کو جادو سکھاتے تھے۔ اور اس چیز کی بھی جو شہر بابل میں ہاروت و ماروت دو فرشتوں پر اتارا گیا تھا۔ اور وہ کسی کو نہ سکھاتے تھے جب تک یہ نہ کہہ دیتے ہم تو صرف آزمائش کے لیے ہیں۔ تو کافر نہ بن، پس ان سے وہ بات سیکھتے تھے جس سے خاوند اور بیوی میں جدائی ڈالیں۔ حالانکہ وہ اس سے کسی کو اللہ کے حکم کے سوا کچھ بھی نقصان نہیں پہنچا سکتے تھے۔ اور سیکھتے تھے وہ جو ان کو نقصان دیتی تھی اور نہ کہ نفع۔ اور وہ یہ بھی جانتے تھے کہ جس نے جادو کو خریدا اس کے لیے آخرت میں کچھ حصہ نہیں۔ اور وہ چیز بہت بری ہے جس کے بدلہ میں انہوں نے اپنے آپ کو بیچا، کاش وہ جانتے۔"

---

[46]۔ عثمانی، مفتی شفیع، معارف القرآن، ۱/۲۴۴۔

Uthmānī, Mufti Shafī, *Ma'ārif Al-Quran*, 244/1

[47]۔ البقرہ، ۲:۱۰۲۔

Al-Baqarah, 2:102

حافظ لقمان سلفی حضرت ابن عباسؓ کے حوالے سے جادو کرنے والے ان افراد کے متعلق لکھتے:

"پہلا قول حضرت ابن عباسؓ وغیرہ سے مروی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ سلیمانؑ کے انتقال کے بعد شیاطین نے ان کی کرسی کے نیچے مدفون لکھی ہوئی چیزوں کو نکالا۔ اور ہر دو سطر کے درمیان جادو اور کفر کی باتیں لکھ ڈالیں اور لوگوں میں مشہور کر دیا کہ سلیمان اسی سحر کی بدولت بادشاہ بنے ہوئے تھے۔ چنانچہ جاہل یہودیوں نے ان کو ساحر کہا۔ اور ان پر کفر کا الزام لگادیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان شیاطین کی تکذیب کی اور بتایا کہ سلیمان ساحر نہیں تھے۔ اور کفر کا ارتکاب نہیں کیا تھا۔ بلکہ شیاطین نے کفر کی راہ اختیار کی، اور لوگوں کو سحر سکھلایا۔"[48]

علامہ غلام رسول سعیدی لکھتے ہیں:

"حضرت عمر، حضرت عثمان بن عفان، حضرت ابن عمر، حضرت حفصہ، حضرت جندب بن عبداللہ، حضرت حبیب بن کعب، حضرت قیس بن سعد رضی اللہ عنہم کا قول یہ ہے کہ ساحر کو بطور حد قتل کر دیا جائے گا۔ امام ابو حنیفہ اور امام مالک رحمہااللہ کا بھی یہی قول ہے۔"[49]

۱۱۔ قتال فی سبیل اللہ سے انحراف کرنا: اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو فرعون سے نجات دی۔ اور ان کو ملک شام میں جانے کا حکم دیا تو وہاں ایک قوم آباد تھی۔ جس سے لڑائی کا حکم اللہ تعالیٰ نے موسیٰ اور بنی اسرائیل کو دیا۔ لیکن بنی اسرائیل میں چند ایک کے سوا سب نے بزدلی دکھائی اور کہنے لگے:

"قَالُوْا يَا مُوْسٰى اِنَّا لَنْ نَّدْخُلَهَآ اَبَدًا مَّا دَامُوْا فِيْهَا فَاذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَآ اِنَّا هَاهُنَا قَاعِدُوْنَ۔"[50]

"کہا اے موسیٰ! ہم کبھی وہاں داخل نہیں ہوں گے جب تک کہ وہ اس میں ہیں۔ سو تو اور تیرا رب جاؤ اور تم دونوں لڑو ہم تو یہیں بیٹھے ہیں۔"

حافظ عبد السلام بھٹوی اس آیت کی تفسیر میں رقمطراز ہوتے بیان کرتے ہیں:

48۔ سلفی، محمد لقمان، تیسیر الرحمان، ص: ۵۴

Salafī, Muhammad Luqman, *Taisīr Al Rahmān*, p.54

49۔ سعیدی، غلام رسول، تبیان القرآن، ۴۶۶/۱۔

Saeedī, Ghulam Rasool, *Tibiyān Al-Quran*, 466/1

50۔ المائدہ، ۵: ۲۴

Al-Mā'idah, 5:24

"حضرت عبداللہ بن مسعودؓ بیان کرتے ہیں کہ جنگ بدر کے دن مقدادؓ نے کہا یارسول اللہ! ہم اس طرح نہیں کہیں گے جس طرح بنواسرائیل نے حضرت موسیٰ سے کہا تھا۔ سو آپ اور آپ کا رب جائیں اور دونوں ان سے جنگ کریں۔ بے شک ہم یہیں بیٹھے رہیں گے۔ لیکن آپ چلیے ہم آپ کے ساتھ رہیں تو گویا رسول اللہ ﷺ کے چہرے سے پریشانی کا بادل چھٹ گیا۔ ابن جریر نے روایت کیا ہے کہ حضرت مقدادؓ سے سن کر دوسرے صحابہ بھی اسی طرح کہنے لگے۔"[51]

بنی اسرائیل کی قوم بزدلی کا شکار ہوگئی اللہ تعالیٰ نے سزا دی کہ چالیس سال تک یہ قوم بھٹکتی رہی اور ارض مقدس میں داخل نہ ہو سکی۔ حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ "بیس سال سے زیادہ عمر کا جو شخص بھی میدان تیہ میں داخل ہوا، وہ مر گیا۔ حضرت موسیٰؑ اور حضرت ہارون بھی تیہ میں فوت ہوگئے۔ پہلے ہارون فوت ہوئے، حضرت یوشع ان یہودیوں کی اولاد ساتھ ارض مقدسہ پر حملہ آور ہوئے، جبارین سے مقابلہ کیا اور اس شہر کو فتح کر لیا۔"[52]

خلاصہ بحث

مذکورہ بالا مباحث اور دلائل سے معلوم ہوا کہ بنی اسرائیل کی گمراہی کے اسباب میں سے سب سے بڑا سبب ان کا اللہ کی نعمتوں پر ناشکری کا رویہ تھا۔ علاوہ ازیں وہ اللہ تعالیٰ کے احکامات کی نہ صرف نافرمانی کرتے تھے بلکہ اس کے ساتھ کھلم کھلا استہزاء کا رویہ اختیار کرتے تھے اور علی الاعلان انکار کا پرچار بھی کرتے تھے۔ نافرمانی کی حد یہ تھی کہ بجائے شرمندگی کے وہ ڈھٹائی کے ساتھ حق پر ہونے کا دعویٰ بھی کرتے تھے۔ احکامات الہیہ کو ان تک پہنچانے والے پیغمبر بھی ان کے شر سے محفوظ نہ رہے۔ بنی اسرائیل نے انہیں قتل کرنے سے بھی گریز نہیں کیا۔ نتیجۃً یہ قوم عقاب و عذاب کی مستحق ٹھہری اور ان کا ذکر بعد والوں کے لیے بھی عبرت ثابت ہوا۔

---

[51] ۔ بھٹوی، عبدالسلام، تفسیر القرآن الکریم، ۱/۴۶۳۔

Bhutwī, Abd us Salam, *Tafsīr Al Qur'ān Al Karīm*, 463/1

[52] ۔ سعیدی، غلام رسول، تبیان القرآن، ۱/۱۴۹۔

Saeedī, Ghulam Rasool, *Tibiyān Al-Quran,* 149/1